

## سورہ آل عمران کے منتخب واقعات کے صوفیانہ اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ (تفسیر نعیمی کی روشنی میں)

### An Analytical Study of the Mystical Style of selective Incidents Narrated in Surah Al Imran (In the light of Tafsir Naimi)

**Muhammad Shoaib**

Teaching Assistant (Islamic Studies) University Community College,  
Govt. Collage University, Faisalabad  
Email: shoaibgcuf202@gmail.com

**Dr. Hafiz. M. Mudassar Shafique**

Assistant Professor, Faculty of Social Sciences  
Department Of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore  
Email: drmudassar@lgu.edu.pk

**Hafiz Muhammad Anas**

Visiting Lecturer, Department of Islamic studies, University of Chakwal  
Email: hafizanas57@gmail.com

#### Abstract

Allah revealed the Holy Quran for the guidance of mankind which is above all doubts and a treasure of knowledge. It is a living, eternal and universal book. The final divine message in the form of Qur'an was revealed on Prophet Muhammad (peace be upon him) as the guidance for the believers in particular and for humanity in general. Its spirit of understanding has been alive and well in the Muhammadan Ummah since the beginning of Islam. In exchange for this spirit, this Ummah was able to use the Qur'an as an art and bring it to its peak. One aspect of this useful scientific art is the interpretation of the Qur'an. So, its study and understanding is essential not only for the Muslims but it has many secrets for the success and prosperity for the whole humanity as well. The exegetes of the Qur'an have explained these practical and scientific guiding principles as per their deliberations and depth according to their specific methodologies. They have made their utmost efforts in this regard so that the understanding of the Qur'an could be made easy. Among them is Ahmad Yar Khan Naimi, an exegete of the sub-continent, who adapted the interpretation of the Qur'an in a new form and wrote an interpretation in a mystical style, which is a great effort of his art and is also the best guide for the pursuit of spirituality in the modern age. In this article, the selected themes of Surah Al-Imran have been examined in the light of Tafsir Naimi's mystical style.

**Keywords:** Verses of Mubahlah, Ghazwa Uhud, Selected themes of Surah Al-Imran, Tafsir Naimi's mystical style

## تعارف مفسر:

حضرت مفتی احمد یار نعیمی عالم اسلام کی ایک عظیم اور مقتدر شخصیت کا نام ہے وہ ایک مایا ناز مفسر، محدث، مفکر، مورخ اور مفتی ہیں۔ انہوں نے اپنے فکر و فن اور تالیف و تصنیف سے نہ صرف اپنے عہد کو متاثر کیا بلکہ بعد میں آنے والے زمانے کو بھی متاثر کیا۔ شہر بدایوں یوپی کا ضلع ہے اس شہر بدایوں کے ریلوے اسٹیشن سے 13 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک بستی اجمیانی ہے اس مقام پر یکم مارچ 1894 بمطابق چار جمادی الاول 1314 ہجری کو آپ کی ولادت ہوئی<sup>1</sup> حکیم الامت نے پہلا فتویٰ 1913 میں دیا جب آپ کی عمر 19 سال کی تھی۔ اس فتویٰ کو پڑھ کر صدر الافاضل بہت خوش ہوئے تھے قابلیت کو بھانپتے ہوئے جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا مفتی مقرر کر دیا۔ 1957 تک فتویٰ کی خدمات سرانجام دیں افسوسناک بات یہ ہے کہ آپ کے دیے گئے فتوؤں کو کسی نے جمع نہ کیا ورنہ فتاویٰ رضویہ کی طرح ایک اور وسیع و عظیم انسائیکلو پیڈیا آج موجود ہوتا لوگوں کی علمی سیرابی کا سامان کرتا<sup>2</sup> حکیم الامت کا لقب آپ کو 1957 میں حاشیہ قرآن لکھنے پر پیر سید معصوم شاہ جو مالک ہیں نوری کتب خانہ لاہور کے، انہوں نے اور تحریک پاکستان کے جید علمائے کرام نے تجویز فرمایا اور ہندوستان کے علماء اہل سنت نے اس لقب کو تسلیم کیا<sup>3</sup>

## آیت مباہلہ کا سبب نزول:

امام واحدی نیشاپوری پوری بیان کرتے ہیں کہ نجران کے دوراہب (4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا ان میں سے ایک نے کہا ہم اس سے پہلے اسلام قبول کر چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو اسلام قبول کرنے سے پہلے تین چیزیں مانع ہیں۔ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو، تم خنزیر کھاتے ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہو۔ ان دونوں نے کہا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کون ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (5)

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (6)

"بیشک عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال اللہ کے نزدیک آدم (علیہ السلام) کی سی ہے، جسے اس نے مٹی سے بنایا پھر (اسے) فرمایا 'ہو جا' وہ ہو گیا۔"

یہی سبب نزول تفسیر نعیمی نے بھی بیان کیا ہے (7)

## حضرت عیسیٰ اور حضرت آدم علیہم السلام کے درمیان وجوہ مماثلت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عیسیٰ اور آدم میں جو مماثلت کا اشارہ کیا ہے اس سے متعلق تفسیر تبیان القرآن میں بیان ہے کہ ان میں مماثلت درج ذیل پہلوؤں سے پائی جاتی ہے۔

1. دونوں بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

2. دونوں کلمہ "کن" سے پیدا ہوئے۔

3. دونوں نبی ہیں۔

4. دونوں اللہ کے بندے ہیں۔

دونوں کی مخالفت کی گئی حضرت آدم کی ابلیس نے مخالفت کی اور حضرت عیسیٰ کی یہودیوں نے مخالفت کی۔ اس مخالفت کی وجہ سے حضرت آدم آسمانوں سے زمین کی طرف آئے اور حضرت عیسیٰ زمین سے آسمان کی طرف گئے۔ حضرت آدم کامیاب ہو کر جنت میں جائیں گے اور حضرت عیسیٰ کامیاب ہو کر زمین پر آئیں گے۔ اللہ نے دونوں کے علم کا اظہار فرمایا اور حضرت آدم کے لئے حکم ہوا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ  
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ<sup>(8)</sup>

"اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیئے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔"

جبکہ حضرت عیسیٰ کے متعلق فرمایا:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالنُّورَ وَالْإِنجِيلَ<sup>(9)</sup>

اور اللہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل (سب کچھ) سکھائے گا

دونوں میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی حضرت آدم سے متعلق فرمایا:

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ  
ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ<sup>(10)</sup>

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے (محبوب و برگزیدہ) رسول کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا اسے چاہئے کہ (گھر کی) چھت سے ایک رسی باندھ کر لٹک جائے پھر (خود کو) پھانسی دے لے پھر دیکھے کیا اس کی یہ تدبیر اس (نصرت الہی) کو دور کر دیتی ہے جس پر غصہ کھا رہا ہے

جبکہ حضرت عیسیٰ سے متعلق فرمایا:

وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ<sup>(11)</sup>

"اس (پاکیزہ) خاتون (مریم علیہا السلام) کو بھی (یاد کریں) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو جہان والوں کے لئے (اپنی قدرت کی) نشانی بنا دیا۔"

دونوں اللہ کے محتاج ہیں۔

دونوں کھاتے پیتے تھے۔

اور دونوں کے لیے موت مقدر ہے۔<sup>(12)</sup>

مفتی احمد یار ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ عیسیٰ کے بغیر باپ پیدا ہونے سے ان کی الوہیت ثابت کرنے والے سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اگر بغیر باپ پیدا ہونا خدا ہونے کی دلیل ہے تو کیا عیسائی آدم کو بھی خدا مانیں گے جب انہیں خدا نہیں مانتے تو عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں خدا مانتے ہیں؟<sup>(13)</sup> تفسیر البحر المحیط میں ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ بعض علماء کا روم کے عیسائیوں سے مباحثہ ہوا ان سے پوچھا تو عیسیٰ کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ان کا باپ نہیں تھا۔ علماء نے کہا پھر تو حضرت آدم علیہ السلام اس کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ان کے ماں اور باپ دونوں نہیں ہیں انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے علماء نے کہا عیسیٰ نے چار مردے زندہ کیے اور حضرت حزقیل نے 8 ہزار مردے زندہ کیے تھے۔ انہوں نے کہا وہ مادر زاد اندھوں کو اور برص کے بیماروں کو شفا دیتے تھے علماء نے کہا پھر جبرائیل عبادت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ آگ میں جل جانے کے باوجود صحیح سالم نکل آئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ دوبارہ لگا دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک نابینا بینا ہو گیا۔<sup>(14)</sup>

### نصاریٰ نجران کو دعوت مباہلہ

نجران کے وفد کے سامنے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس پر دلائل پیش کیے کہ حضرت عیسیٰ خدا ہیں اور نہ ہی خدا کے بیٹے ہیں۔ اس مسئلہ میں عیسائیوں کے تمام شبہات کو مکمل طور پر زائل کرنے کی کوشش کی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ ہٹ دھرمی سے کسی دلیل کو نہیں مان رہے تو تب اللہ نے ان کو مباہلہ کرنے کا حکم دیا جس کی وضاحت امام واحدی نیشاپوری کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے وفد کو مباہلہ کرنے کے لیے بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین کو گود میں اٹھائے ہوئے تھے اور حضرت حسن کا ہاتھ پکڑے ہوئے نکلے اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نصاریٰ کے سردار اسقف نے کہا اے نصاریٰ کی جماعت میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ ان کی دعا قبول کر کے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا تو تم ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی عیسائی باقی نہیں بچے گا پھر انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے اللہ کا عذاب اہل نجران کے نزدیک آچکا تھا اگر یہ مباہلہ کرتے تو انہیں بندر اور خنزیر بنادیا جاتا اور ان کی وادی میں آگ بھڑکتی رہتی اور اہل نجران کو ملیا میٹ کر دیتی حتیٰ کہ درختوں پر پرندے بھی ہلاک ہو جاتے اور سال ختم ہونے سے پہلے تمام عیسائی موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔<sup>(15)</sup>

آیت مباہلہ اس واقعہ پر نازل ہوئی جو کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا وَنِسَاءَنَا وَنَفْسَنَا وَنَفْسَكُمْ ثُمَّ نَنْتَهِلْ فَتَنْجِعَلْ لَعْنَتُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ<sup>(16)</sup>

"پس آپ کے پاس علم آ جانے کے بعد جو شخص عیسیٰ (علیہ السلام) کے معاملے میں آپ سے جھگڑا کرے تو آپ فرما دیں کہ آ جاؤ ہم (مل کر) اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو بھی اور تمہیں بھی (ایک جگہ پر) بلا لیتے ہیں، پھر ہم مباہلہ (یعنی گڑ گڑا کر دعا) کرتے ہیں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن اور امام حسین حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو ساتھ لے کر تشریف لائے جیسا کہ ترمذی کی روایت بھی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔<sup>(17)</sup> مفتی احمد یار ان آیات کی صوفیانہ تفسیر روح المعانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ انبیاء کرام چونکہ شریعت کے اعلیٰ طبقہ میں ہوتے ہیں لہذا ان کی طاقت و قوت ملکیت سے بالا ہوتی ہے ان کا عالم اجسام کے ساتھ وہی تعلق ہے جو آسمان کا زمین کے ساتھ ہے یا روح کو بدن کے ساتھ جیسے روح جسم پر حکومت کرتی ہے اور زمین کو سارے فیض آسمان سے ملتے ہیں ایسے ہی یہ حضرات دنیا پر حکومت کرتے ہیں اور فیوض ربانی سب کو انہی کے ذریعے ملتے ہیں ان کے نفوس روح القدس سے خاص اتصال ہوتا ہے اور تائید الہی سے خصوصی قرب۔ یہ راز نجران کی عسائی سمجھ گئے اور حضور علیہ السلام کے مقابل مباہلے کے لیے تیار نہ ہوئے ان کا خیال تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور باقی حضرات کی آمین قبول سے قریب ہے ان سے مباہلہ میں ہماری خیر نہیں۔ اس کا بیان چونکہ اولیاء اللہ مظہر انبیاء ہیں اس لیے ان کی دعا بد دعا سے عالم انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔<sup>(18)</sup> مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ عذاب الہی بندگان خدا کی بے ادبی سے آتا ہے ہے فرعون صدیوں میں دعوائے خدائی کیا مگر جب تک موسیٰ علیہ السلام کی بددعا نہ ہو اسی طرح دیکھو نجران کے عیسائیوں نے رب تعالیٰ کو عیب لگایا مگر عذاب نہ آیا مگر حضور کی بددعا لے لیتے تو عذاب میں گرفتار ہو جاتے۔<sup>(19)</sup>

## خلاصہ بحث

## نیک لوگوں کی دعا اور بد دعا کے اثرات

آیات مباہلہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انبیاء معاشرے کے اعلیٰ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جس طرح زمین آسمان سے تمام برکات وصول کرتی ہے روح جسم پر حاکم ہے۔ جسم اسی کے حکم کے مطیع ہوتی ہے۔ اسی طرح دنیا میں انبیاء ہی وہ ہستیاں ہیں جن کی بدولت انسان اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے فیوض و برکات کی وصولی کر سکتا ہے کیونکہ انہی کو قرب الہی حاصل ہوتا ہے اور ان کی دعا اور بد دعا اثر رکھتی ہے یہی وجہ تھی کہ نجران کے عیسائی اہل بیت ان ہستیوں کے چہروں کو دیکھ کر ڈر گئے کہ یہ چہرے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہ ہوگی اسی طرح اولیاء اللہ کیونکہ انبیاء کا مظہر ہوتے ہیں ان کی دعا اور بد دعا سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ قرب الہی کی بنیاد پر ان کے جملے بھی انقلاب برپا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ دنیاوی معاملات ہمیشہ چلتے رہتے جب تک دعا بد دعا شامل حال نہ ہو لیکن جب کبھی اولیاء اللہ یا برگزیدہ احباب الہی شامل حال ہو جائیں تو ان کے اثرات مرتب ہوں گے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے فرعون کی قوم وقت گزار رہی تھی لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا کے بعد ایسا نہ ہوا اور فوراً بد دعا کے اثرات ہونے لگے اور پانی میں غرق ہونے کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

## غزوہ احد کے واقعات کے صوفیانہ اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

مندرجہ ذیل آیات میں غزوہ احد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے پہلے تو غزوہ احد کے واقعات کا مختصر تذکرہ کیا جائے گا تاکہ ان آیات کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہو جائے تاکہ صوفیانہ تفسیری نکات پر بصیرت حاصل ہو۔

قرآن میں ارشاد ہے:

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ<sup>(20)</sup>

"اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ صبح سویرے اپنے درِ دولت سے روانہ ہو کر مسلمانوں کو (غزوہ احد کے موقع پر) جنگ کے لئے مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ جب تم میں سے (بنو سلمہ خزرج اور بنو حارثہ اوس) دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ بزدلی کر جائیں، حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا، اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

### غزوہ احد کا مختصر تذکرہ

غزوہ احد تین ہجری کو وقوع پذیر ہوا قریش مکہ جو ایک سال پہلے بدر میں شکست کھائی تھی ایک سال تک جنگ کی تیاری کرتے رہے پانچ شوال، تین ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کی مدینہ پر حملہ کرنے کی اطلاع ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا تو سب نے شہر میں پناہ گزین ہوتے ہوئے دشمن کو مقابلہ کرنے کی صلاح دی قریش مکہ نے مدینہ کے قریب کے پڑاؤ ڈالا۔<sup>(21)</sup> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز ادا کر کے ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے عبد اللہ بن ابی بھی تین سو کے ساتھ آیا مگر یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ میرے مشورے پر عمل نہیں کیا گیا اور مسلمانوں کی تعداد 700 رہ گئی۔<sup>(22)</sup>

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے پہاڑ کی پشت پر صف بندی کی احد پہاڑ کی پشت کی طرف سے خطرہ تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر کی کمان میں 50 تیر اندازوں کا دستہ تعینات کیا اور حکم دیا فتح یا شکست دونوں اشکال میں جگہ نہیں چھوڑیں گے۔<sup>(23)</sup> جنگ کی ابتداء قریش کے علم بردار طلحہ کا صف سے نکل کر یہ کہنے سے ہوا کہ مجھ سے کون مقابلہ کرے گا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے اس کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ طلحہ کے بعد عثمان نکلا اور وہ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمزہ اور حضرت ابو جراحہ فوج کے اندر گھس گئے اور کفار کے صفیں الٹ دیں۔ جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام وحشی تھا جبیر نے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے انعام میں اس کو آزاد کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ حضرت حمزہ کی تاک میں تھا۔ حضرت حمزہ اس کی نشانہ میں آئے تو نیزہ مارا جو حمزہ کی ناف کے آر پار ہو گیا کفار نے بہت بے جگری سے جنگ کی لیکن جنگ میں مسلمانوں کو پلڑا بھاری تھا بالآخر کفار بدحواسی سے پیچھے ہٹے اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا یہ منظر دیکھ کر احد پہاڑ پر مامور افراد بھی مال لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے عبد اللہ بن جبیر کے روکنے کے باوجود بھی وہ نہیں رکے تیر اندازوں کی خالی جگہ دیکھ کر خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کیا حضرت عبد اللہ بن جبیر اور چند سرفروش مجاہدین جم کر لڑے لیکن شہید ہو گئے۔<sup>(24)</sup> کفار نے حملہ کیا تو بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح مخلوط ہو گئی خود بخود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے حضرت مصعب بن عمیر ابن قنیہ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ تمام مسلمانوں کی آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہی تھی سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک نے آپ کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ قریشی عورتوں نے جوش انتقام میں مسلمانوں کے لاشوں کو بھی نہیں چھوڑا ان کو مثلہ کیا۔ ہندہ نے حضرت حمزہ کے پیٹ کو چاک کیا اور کچا چبا گئی لیکن گلے سے اترا نہیں تو اگلنا پڑا غزوہ احد میں 70 مسلمان شہید ہوئے اور 22 کافر مارے گئے۔ مندرجہ بالا آیات میں

جس گھرانے کا ذکر کیا گیا ہے وہ دراصل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر ہے اور جنگ احد کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے گھر سے روانہ ہوئے تھے اور یہ غزوہ احد ہی تھا کیونکہ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کی مخالفت کی گئی تھی نہ کہ بدر و احزاب میں۔<sup>(25)</sup>

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ  
لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ<sup>(26)</sup>

"اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی حالانکہ تم (اس وقت) بالکل بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ جب آپ مسلمانوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد فرمائے۔"

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ نے جنگ احد کا واقعہ بیان کیا اور جنگ بدر کا تذکرہ فرماتا رہا ہے۔ کیونکہ جنگ بدر میں مسلمان نہایت بے سروسامانی کی حالت میں تھے اور کفار بہت تیاری اور اسلحہ کے ساتھ آئے تھے اس کے باوجود اللہ نے مسلمانوں کو مشرکوں پر غالب کر دیا۔ مفتی احمد یار اس معاملے میں بیان کرتے ہیں کہ اے غزوہ احد کے غازیو، تم اس غزوہ میں منافقین کا دھوکہ دیے جانے سے اور اپنی غلطی کی بناء پر اپنے قدم اکھڑ جانے سے بد دل نہ ہوں، فتح و شکست جنگ میں ہوتی ہی ہے مگر یقین رکھو کہ فتح و کامرانی تعداد کی زیادتی، سامان کی کثرت پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے رحم و کرم پر موقوف ہے۔<sup>(27)</sup> مزید صوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اس آیت میں رب تعالیٰ نے مومنوں کو توکل کا حکم بھی دیا اور اس کا نتیجہ بھی رکھا تھا کہ جس سے معلوم ہوا کہ توکل مومن کا زیور ہے اور ایمان کا نشان۔ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب کو جمع کرے، رب تعالیٰ پر اعتماد کرے اور اپنے عجز و انکسار کا اظہار، گھبراہٹ سے دور رہے۔

**توکل کے تین درجے ہیں:**

➤ پہلا درجہ اسباب جوڑنا۔

➤ دوسرا درجہ اسباب چھوڑنا۔

➤ تیسرا درجہ اسباب توڑنا۔

مزید صوفیاء فرماتے ہیں کہ توکل کی تین نشانیاں ہیں کسی سے نہ مانگنا، بغیر مانگے جو ملے اسے رد نہ کرنا اور جو آجائے اس پر بخل نہ کرنا اور جو کچھ رکھنا نفس کے واسطے نہ رکھنا صرف رب کے واسطے رکھنا۔ حضرت ابراہیم خواص



متوکلین کے سردار تھے کبھی نہ گھر بنایا، نہ سامان رکھا مگر اس کے باوجود سوئی دھاگہ، قینچی اور کوزہ ساتھ رکھتے تھے کسی نے پوچھا یہ سامان بھی کیو؟ ارشاد فرمایا کوزہ وضو کے لیے، سوئی دھاگہ پھٹا کپڑا سی کر بدن ڈھکنے کے لیے تاکہ نماز درست ہو اور صوفیاء فرماتے ہیں کہ متوکلین کا لشکر ملائکہ ہیں جو اپنے اوپر ادھر کا دروازہ بند کرتے ہیں ان کو رب تعالیٰ اس طرف کا دروازہ کھول دیتا ہے۔<sup>(28)</sup>

مزید فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بَلَىٰ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ<sup>(29)</sup>

ہاں اگر تم صبر کرتے رہو اور پرہیز گاری قائم رکھو اور وہ (کفار) تم پر اسی وقت (پورے) جوش سے حملہ آور ہو جائیں تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد فرمائے گا مفتی احمد یار آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اے جماعت صحابہ کرام تم اسی طرح صبر و شکر کرتے رہے اور اسی طرح صبر و تقویٰ کے مظاہرے کیے، جیسے بدر، احد میں کیے ہیں تمہارا رب تم سے وعدہ کرتا ہے کہ تمہاری امداد پانچ ہزار فرشتوں سے جو بارگاہ الہی میں دوسرے فرشتوں سے اعلیٰ، ان سے افضل اور نشان یافتہ ہیں۔<sup>(30)</sup> مزید تفسیر صوفیانہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ بدن انسان گویا احد کا میدان ہے نفس و شیطان دنیاوی الجھاوے گویا لشکر کفار ہیں۔ روح اور آخرت کے اعمال گویا لشکر مومنین ہیں۔ ہمارا دل گویا احد پہاڑ ہے جس کے اس جانب لشکر مومنین اور اس طرف لشکر کفار ہے اس دل کو درے میں کفار کے گھس آنے کا خطرہ ہے اور اگر ان کفار کا دل کے اس درہ میں داخلہ ہو گیا تو مومنین کے لشکر کو کافی خطرہ ہو گا اس دل کے درہ پر سخت پہرہ لگانا ہو گا۔ دل کے درہ پر پہرہ اپنا محاسبہ ہے کبھی نفس سے غافل نہ ہونا اگر ہم نفس سے بے خبر ہیں اپنے اعمال کا حساب لیتے رہیں ادھر خالی نہ چھوڑیں تو اللہ اپنے بندوں کے ذریعے جو فرشتوں کی طرح محفوظ و مامون ہیں ہماری مدد ضرور فرمائے گا۔ مرتے دم تک یہ جنگ جاری رہتی ہے اور ہر کسی کو اپنی آخری سانس تک درہ دل کی نگرانی رکھنا لازم ہے۔ امدادی فرشتوں کی طرح جو نیک بندے ہم گنہگاروں کی مدد کیے لیے مقرر ہیں ان کی خاص نشانیاں رب تعالیٰ نے مقرر فرمادی ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل کا یہ چور دروازہ ہے جس کی طرف سے کفار نفس سے گھس آنے کا خطرہ ہے ہر وقت ہی خطرہ میں ہے مگر خوشی و غم کے وقت اس کا خطرہ مزید بڑھ جاتا ہے اس لیے ان اوقات میں اس طرح کی نگرانی سخت چاہیے۔<sup>(31)</sup>

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ<sup>(32)</sup>

اور اللہ نے اس (مدد) کو محض تمہارے لئے خوشخبری بنایا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بڑا غالب حکمت والا ہے۔ (مزید) اس لئے کہ (اللہ) کافروں کے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا انہیں ذلیل کر دے سو وہ ناکام ہو کر واپس پلٹ جائیں

پہلی آیات میں رب تعالیٰ نے بدر و احد میں اپنی آسمانی مدد اور غیبی تائید کا ذکر فرمایا۔ اب ان آیات میں اس مدد و تائید کی حکمتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ مفتی احمد یار تحریر کرتے ہیں اے مومنو! جنگ احد میں فرشتوں کا تمہارے پاس آنا اور ان کا تمہاری امداد کرنا کفار کو ہلاک کرنے کے لیے نہ تھا ورنہ ایک فرشتہ ہی زمین کا طبقہ لوٹ سکتا ہے۔ ان کی جنگ احد میں شرکت اس لیے تھی کہ خوشی نصیب ہو اور تمہارے دلوں کو چین میسر ہو۔ اس کی جنگ احد میں بعض حضرات تو کھڑے اونگھ رہے تھے اور ظاہر ہے کہ اونگھ اور نیند بے چینی میں نہیں آتی۔<sup>(33)</sup>

مفتی صاحب تفسیر صوفیانہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ انسان جسم و روح کا مجموعہ ہے۔ جسم اس دنیا کا دیس ہے اور روح یہاں پر دیسی۔ روح کا دیس عالم بالا ہے۔ ہر شخص اپنے وطن پہنچ کر، ذکر سن کر اپنے وطن کے لوگوں کو دیکھ کر چین ہوتا ہے۔ پر دیس میں بے قراری ہے، دیس میں قرار۔ کوئی دل روح کی منزل ہے اور کوئی نفس امارہ کی۔ جسم و نفس کی راحت دنیاوی سامان ہیں مگر روح کی راحت و چین اخروی سامان۔ جس دل پر روح کی جلوہ گری ہے اس دل کو روحانیت سے چین ملتا ہے اور جس دل پر نفس امارہ چھایا ہوا ہو اور اس کے لیے دنیاوی مشاغل باعث راحت ہیں۔ چونکہ صحابہ کرام کے دلوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے روحانیت غالب تھی بلکہ وہ حضرات سر اپار روحانیت بن چکے تھے اس لیے ان کا چین حضور انوار صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت اللہ کے ذکر اور ملائکہ کے نزول سے تھا۔ جبکہ کفار کے دلوں پر ان کے نفوس چھائے ہوئے تھے اس لیے انہیں دنیا اور دنیاوی سامان میں نصرت آتی تھی۔ دنیا مثل دریا ہے اور مومن کا قلب کشتی۔ اگر کشتی دریا میں رہے تو پار لگ جائے گی لیکن اگر دریا کشتی میں آجائے تو غرق ہو جائے گی۔ مومن کا دل دنیا میں رہتا ہے مگر اس کے دل میں دنیا نہیں رہتی۔ بلکہ اللہ کو حضور ان کی محبت اطاعت کا جذبہ رہتا ہے۔<sup>(34)</sup>

### خلاصہ بحث

خلاصہ بحث درج ذیل ہے۔

### توکل مومن کا زیور

توکل ایمان کی نشانی کا نام ہے اسباب کو جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے لیکن رب تعالیٰ پر اعتماد اور عزت و انکساری کا اظہار کرنا یقیناً گھبراہٹ دور ہونے کا سبب بنتا ہے

### جمع پونجی کا مقصد صرف اللہ ہونا چاہیے

صوفیاء کے نزدیک اگر کہیں کچھ مل جائے تو اس کو وصول کرنا خلاف توکل نہیں ہے لیکن پھر اس کو سنبھال کر رکھنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ اسے سخاوت کا پہلو دکھانا ہو گا اور جمع پونجی کا مقصد نفس کے سکون و اطمینان کے لیے ہرگز نہ ہو بلکہ اس کا مقصد صرف اللہ کی ذات ہونی چاہیے جیسے ہی اللہ کا نام آئے تو پھر نفس کی سنے بغیر اللہ کے لیے استعمال کر دیں۔ کیونکہ انبیاء اور صوفیاء بھی حسب ضرورت کی چیزوں کو ساتھ رکھتے لیکن ضرورت سے زائد معاملات سے اجتناب کرتے ہیں۔

### دل غار کے درے کی مانند ہے

احد پہاڑ دل کے مانند ہے اور اس کی ایک طرف نفس و شیطان کی مانند کفار کا لشکر موجود ہے اور دوسری طرف روح اور اخروی اعمال لشکر مومنین کے معنی میں موجود ہیں اور عمر کے ذرے کو اگر خالی چھوڑ دیا جائے تو یقیناً شیطانی وسوسے اور نفس امارہ خالی درہ دیکھ کر خود حملہ کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ دل کی حفاظت کے لیے ہر وقت آپ اعمال صالحہ اور آخرت سے اس کو مزین کرتے رہنا ہو گا ورنہ ذرا سی بے خبری اور دل راحت پر قابض ہو کر آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

### خوشی اور غم میں محتاط رویہ

ویسے تو دل اس طرح کی بجائے کے لیے ہر وقت ہی محتاط رویہ اختیار کرنا ہو گا۔ لیکن خوشی کے موقع پر یا غم میں جب انسان اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے تو نفس لشکر کفار کے دل پر حملہ کرنے کے چانسز زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے خوشی میں کسی غلط فہمی اور غم میں نڈھال ہوتے وقت محتاط رویہ اختیار کرنا ہو گا۔

### انسان جسم و روح کا مجموعہ

جب اللہ کی ذات خوشخبری عطا کرتا ہے تو مومن کی روح کیونکہ عالم ارواح سے متعلق ہے تو روح اس وقت خوشی محسوس کرتی ہے لیکن جسم کیونکہ اس دنیا میں ہے تو یہاں پر خوشی محسوس کرتا ہے لیکن جب جسم عالم ارواح سے کوئی خوشخبری ملتی ہے جیسا کہ ملائکہ کا نزول ہونا تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ اس لیے جسم دنیاوی لذتوں پر خوش کا اظہار کرتا ہے جب کہ روح بے چین ہو جاتی ہے۔ اس لیے صحابہ کرام میں توکل زیادہ ہے کہ ان کی روحوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثرات ہیں۔ کیونکہ ایسا نفس جس پر روحانی اثر زیادہ ہوں گے یقیناً وہ پر سکون ہو گا جیسا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

## حوالہ جات

- <sup>1</sup> صدیقی، بلال، احمد، شیخ، حالات زندگی، 2004، ص: 176
- <sup>2</sup> ایضاً، ص: 3
- <sup>3</sup> نعیمی، مفتی، عبدالمحید، حیات حکیم الامت، لاہور، نعیمی کتب خانہ، 2011، ص: 186
- <sup>4</sup> تفسیر درمنثور میں نام سید اور عاقب بیان ہوئے، 2/37
- <sup>5</sup> نیشاپوری، علی بن احمد واحدی، امام، الوسیط، بیروت، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، 1/443
- <sup>6</sup> آل عمران، 3:59
- <sup>7</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/498، لاہور، مکتبہ اسلامیہ
- <sup>8</sup> البقرہ، 2:31
- <sup>9</sup> آل عمران، 3:48
- <sup>10</sup> الحج، 22:15
- <sup>11</sup> الانبیاء، 21:91
- <sup>12</sup> اشرف علی تھانوی، مولانا، بیان القرآن 2/187، لاہور، مکتبہ رحمانیہ
- <sup>13</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 3/501، لاہور، مکتبہ اسلامیہ
- <sup>14</sup> اندلسی، ابوالحیان، علامہ، البحر المحیط، بیروت مطبوعہ دارالفکر، 3/186-185، 1412ھ
- <sup>15</sup> نیشاپوری، علی بن احمد واحدی، امام، الوسیط، بیروت، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، 1/144
- <sup>16</sup> آل عمران، 3:61
- <sup>17</sup> یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے، ترمذی، محمد بن عیسیٰ، امام جامع، ترمذی، کراچی نور محمد کارخانہ تجارت، ص: 264
- <sup>18</sup> آلوسی، محمد بن عبد اللہ، روح المعانی، 4/256، بیروت، للطباعہ والنشر والتوزیع۔
- <sup>19</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 2/508، لاہور، مکتبہ اسلامیہ
- <sup>20</sup> آل عمران، 3:122-121
- <sup>21</sup> محمد بن جریر طبری، امام، جامع البیان 2/210، بیروت مطبوعہ دارالمعرفہ
- <sup>22</sup> بیہقی، احمد بن حسین، امام، دلائل النبوة، بیروت دارالکتب العلمیہ، 3/207
- <sup>23</sup> رازی، فخر الدین، امام، تفسیر کبیر، بیروت، دارالفکر، 3/139841ھ
- <sup>24</sup> ابن اثیر علی بن الکرم، علامہ، الکامل فی التاریخ، بیروت دارالکتب العربیہ، 2/11

<sup>25</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/138-137،

<sup>26</sup> آل عمران، 3:124-123

<sup>27</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/152،

<sup>28</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/155-154،

<sup>29</sup> آل عمران، 3:125

<sup>30</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/158،

<sup>31</sup> ایضاً، 4/161

<sup>32</sup> آل عمران، 3:127-126

<sup>33</sup> احمد یار، مفتی۔ تفسیر نعیمی، 4/162،

<sup>34</sup> ایضاً، 4/164